وصایا نظام الملک کی تاریخی حیثیت ۱۰۱۷-۹۳

از جناب احمد حسن صاحب ریسرچ اسکالر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

نظام الملک طوسی کا پورا نام "حسن بن علی بن اسحاق تھا۔ اس کو نظام الملک کے علاوہ خلافت کی جانب سے رضی امیر المومنین جیسے غیر معمولی القاب عطا ہوئے تھے۔ یہ لقب ملک شاہ کی لڑکی کی شادی کے وقت خلیفہ المقتدی کی جانب سے پیش کی گئی، خلعت پر لکھا گیا تھا۔ اس کی پیدائش ۱۰۱۸ء میں طوس کے ایک گاؤں "نوقان" میں ہوئی۔ اس کے والد یہاں کے محصول سے متعلق ایک معمولی افسر تھے۔ لیکن خواجہ کی تعلیم کے زمانے ہی میں ان کی معزولی کے سبب گھر کے حالات خراب ہو گئے۔ پھر بھی خواجہ اپنی ذاتی کوششوں سے علوم کی اعلیٰ منازل تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے نیشاپور اور بغداد کے مشہور مدرسوں میں تعلیم حاصل کی۔ ابو اسحاق جو ایک پائے کے صوفی تھے اور عقیدۃً شافعی تھے۔ خواجہ کے استاد رہے۔ آخر عمر میں ابو اسحاق نے لکھا ہے کہ میں پہلے مہتمم اور پھر ملازم ہوا۔ خواجہ جب بغداد پہنچا تو اس کی عمر انتیس [۲۹] سال کی تھی اور خلیفہ القائم باللہ آل بویہ کے عمید العراق کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا جس نے خواجہ کو لازمی طور پر متاثر کیا اور جس سے اس کے انداز فکر پر اثر پڑا ہوگا جس کی ایک جھلک سیاست نامہ میں ملتی ہے۔ وہ ابو علی شاذان کا دفتری ہونے کے بعد چغری بیگ داؤد کے بیٹے الپ ارسلان کا اتالیق ہوا اور بعد میں وہ اس کا وزیر بنا۔ ملک شاہ نے بھی اس کی وزارت کو

قائم رکھا اور بالآخر نہاوند کے قریب اس کا قتل ہوا۔ اس وقت اس کی وزارت کو تقریباً انتیس ۲۹ سال مکمل ہو چکے تھے۔ اس انتیس۲۹ سالہ وزارت میں اس نے کافی تجربات حاصل کیے۔ نشیب و فراز دیکھے۔ اور ملک کو مختلف مہمات سے بچایا اور اندرونی بغاوتوں کو فرو کیا۔ سلجوقی جیسے جنگ جو مگر غیر تعلیم یافتہ خانہ بدوش قبیلے میں کسی ایک شخص کی حکمرانی قائم کرنا مشکل ترین عمل تھا اس لیے کہ اس قبیلے کے ہر خاندان کا فردِ بزرگ اپنے آپ کو مکمل آزاد اور قانون سے بالاتر سمجھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ملک شاہ نے خود اپنے خاندان یا اپنی بیوی زبیدہ خاتون جو یاقوتی بن چغری بیگ سلجوقی کی لڑکی تھی اس کے خاندان والوں کو زیادہ عہدے نہیں دیے لہٰذا نظام الملک کو ان تمام حالات سے باخبر رہنے اور مقابلہ کرنے کے لیے خود اپنے اعتماد کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدے اور اہم مقامات کا والی بنانا پڑا۔ تاکہ بغاوتوں کے خوف سے بالاتر ہو کر انتظام مملکت کی سعی کر سکے۔ یہ کتاب جس پر ہم ذیل میں روشنی ڈالیں گے۔ انھیں خیالات کی روشنی میں لکھی گئی ہے اور مختلف قسم کے تجربوں۔ حالات حاضرہ پر تبصرہ۔ سلطان اور نظام الملک کے باہمی تعلقات۔ سلطان کی خرابیٔ مزاج کے اسباب کی فارسی زبان میں ترجمانی کرنے والی ایک اہم تصنیف ہے جس پر اس نقطۂ نگاہ سے اس وقت تک نہیں لکھا گیا ہے بلکہ اکثر مصنفین مثلاً Hitti Brown عبدالرزاق کانپوری، فیض الحسن فیضی اور پروفیسر رضوی وغیرہ نے اپنی توجہ صرف اس نکتہ پر مجذوب رکھی آیا یہ کتاب نظام الملک کی تصنیف ہے یا نہیں پھر بھی وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ زبان و بیان کے اعتبار سے نظام الملک کی تصنیف معلوم نہیں ہوتی اور بعض نے تو اس حد تک کہا کہ اس کو اپنی وزارت اور مشکلات سے اتنا وقت ہی نہیں مل سکتا تھا کہ وہ سیاست نامہ اور وصایہ جیسی تصانیف کر سکتا۔ فیض الحسن فیضی کا نام سرفہرست ہے۔

نظام الملک سے تین تصانیف منسوب کی جاتی ہیں۔ ۱۔ سیاست نامہ جو اس نے
عمر کے بالکل آخری دنوں میں لکھا ہے یہاں تک کہ بغداد جاتے وقت اس نے منتشر
صفحات پر مشتمل مسودہ ایک شخص کے حوالے کر دیا اور خود روانہ ہو گیا۔ اس شخص نے اس تصنیف
منظر عام پر لانے سے قبل دس بارہ مضامین کا اضافہ کیا ہے۔ جس سے اس کتاب کی
عظمت و وقار اور استناد پر اثر پڑا ہے۔
دوسری تصنیف ایک سفرنامہ کی شکل میں ہے جو قطعاً ضائع ہو گئی ہے اور اس کا
دئی نام و نشان باقی نہیں ہے۔
تیسری تصنیف دستور الوزراء ہے۔ جسے عام طور سے وصایۂ نظام الملک کے
م سے یاد کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ کوئی مسلسل اور باقاعدہ تصنیف نہیں تھی۔ بلکہ کوئی
معلوم شخص اس کو منظر عام پر لایا ہے جس نے اس تصنیف پر ایک مقدمہ لکھا ہے۔ یہ کتاب
نظام الملک کی موت کے تقریباً ۴۰ سال بعد منظر عام پر آئی ہے اس میں نظام الملک نے
نے بیٹے فخر الملک کو وزارت کے مخاطرات اور اسباب ترک وزارت سے مکمل واقفیت
ائی ہے۔ یہ کتاب کس نے لکھی کب لکھی گئی اور مستند ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ ایسے سوالات
، جن پر بہت کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے۔
لیکن ایک پہلو ایسا بھی ہے جو حد درجہ اہمیت کا حامل ہے اور منظر عام پر نہیں
سکا ہے اس لیے کہ مضمون نگاروں کو اس تصنیف کے نظام الملک سے وابستگی
ا وابستگی کی بحث سے فرصت ہی نہیں مل سکی۔ اس کتاب میں تاریخ کا پہلو کافی نمایاں
ہے جس کا براہ راست نظام الملک کی وزارت درگاہ اور حرم میں اس کا اثر و رسوخ
لطان ملک شاہ سے تعلقات اور اسباب خرابی تعلقات وغیرہ کے اشارات
رجۂ اتم موجود ہیں ہماری کوشش ہے کہ ان اشارات کو تاریخ کے دیگر ماخذ و ل
روشنی میں پرکھ کر ان کا ایک جائزہ پیش کیا جائے۔ جس سے اس کتاب کی حقیقی

اہمیت اور ایک حیثیت نمایاں ہو سکے اور کتاب کے بہت سے عقدے کھل سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ پوری کتاب تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ جا بجا اشارات ملتے ہیں جنکو تاریخ کے ماخذوں کی روشنی میں پرکھا جا سکتا ہے اور ہماری یہی کوشش ہے۔

نوعیت کے اعتبار سے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے میں اضافی مقدمہ ہے جو وصایاء نظام الملک کو کتابی شکل دینے والے شخص کا لکھا ہوا ہے جس میں کتاب کی تعریف کے علاوہ نظام الملک کی حیات اور کارناموں کا مختصر مگر جامع تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ نظام الملک کی زبانی ایک چند سطور کا مقدمہ اور وزارت میں پیش آنے والے مخاطرات پر مشتمل ہے۔ پہلا خطرہ ناانصافی کا ہے۔ اس لیے کہ شب و روز بہت سے مسائل میں فیصلہ دینا پڑتا ہے جس میں باوجود تمام تر احتیاط کے لغزشوں کے امکانات ہیں۔ اور جس کی سزا مصنف کو بہرحال بھگتنا پڑے گی دوسرا خطرہ ایک آدمی کی مرضی اور خوشنودی کے لیے ہزاروں کی روزی روٹی چھین لینا ہے اور تیسرا خطرہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ چوتھا خطرہ امراء اور دیگر اعیان دولت کا ہے۔ جو کسی نہ کسی سبب مخاصمت کا باعث ہوتے ہیں۔ ہمارا مقالہ انھیں مخاطرات کی روشنی میں واقعات کو دوسرے تاریخی ماخذوں سے پرکھ کر ان کا مستند یا غیر مستند ہونا دیکھنا ہے۔ اب تک اس کتاب کی محض خامیوں پر تھوڑا بہت لکھا گیا ہے۔ لیکن ان تاریخی اغلاط سے انکار محال ہے۔ مثلاً شمس الملک خاقان کو ملک شاہ نے 466/1073A.D. میں تبریز کے بجائے ترمذ میں شکست دی۔ اسی طرح ملک شاہ کے پوتے کی پیدائش بھی قرین قیاس نہیں ہے[1] تیسرا حصہ اسباب ترک وزارت یا شرائط ترک وزارت سے

---

[1] تفصیل کے لیے پروفیسر فیض الحسن فیضی کا مقالہ "A Reprint the (Wasaya and Syasat Nama of Nizam al mulk
اسلامک کلچر جلد ۲۰، ۱۹۴۴ء

متعلق ہے جس میں اس نے تاریخی نویسی کے علم پر کافی زور دیا ہے اور ساتھ میں یہ بھی سمجھایا ہے کہ وزارت کرنے کے کیا ممکنات طریقے ہو سکتے ہیں[1]

علم تاریخ نویسی کے سبب چند امورا جاگر کرنا انتہائی لازمی ہیں۔ تاکہ پڑھتے وقت ان امور کو ذہن نشین رکھا جائے۔

ا۔ یہ محض زبانی نصیحات کا ایک مجموعہ تھیں جو اس نے اپنے بیٹے فخر الملک[2] کو اپنی عمر کے آخری دنوں میں کیں تھیں۔ اور بعد میں کسی نامعلوم شخص نے جو نظام الملک کا رشتہ دار بھی تھا۔ ان نصیحات کو کتابی شکل دی۔ لہٰذا رشتہ دار ہونے کے سبب نظام الملک کی زیادتیوں سے چشم پوشی یقینی ہے۔

(ب) ہر چیز کو اس کتاب میں اس انداز سے پیش کیا گیا ہے گویا نظام الملک کے لیے یہ تمام اقدام اشد ضروری تھے ورنہ ملک شاہ کی سلطنت کا خاتمہ یقینی تھا۔

ملک شاہ کی مطلق العنانیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظام الملک نے ظاہر کیا ہے کہ ایک فردِ واحد کی رضامندی اور خوشنودی کی خاطر ہزاروں لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خواہ ان کا تعلق کسی قبیل سے ہو۔

"چند ہزار کس از صغیر و کبیر و غنی و فقیر و عالم و فاضل۔ رفیع وغیرہ ذالک درایں ممالک و ممالک از خود آزردہ باید داشت کہ بہ امید رضائی خاطر یک کس و مشکلات را طلبیات آں کس ہرگز صورت نہ بندد"[3]

حقیقت یہ ہے کہ ملک شاہ نے نظام الملک کو فوج میں غیر مقبول کرنے کے لیے

---

[1] دیکھیے ضمیمہ نمبر ا

[2] فخر الملک برکیارق کا وزیر ہوا۔ ویسے نظام الملک کے بیٹوں میں یہ ایک قابل اور ہونہار لڑکا تھا لیکن وزارت میں زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ [3] ص ۹ F

اہمیت اور ایک حیثیت نمایاں ہوسکے اور کتاب کے بہت سے عقدے کھل سکیں
ظاہر ہے کہ یہ پوری کتاب تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ جا بجا اشارات ملے ہیں کہ
تاریخ کے ماخذوں کی روشنی میں پرکھا جا سکتا ہے اور ہماری یہی کوشش ہے۔

نوعیت کے اعتبار سے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے
میں اضافی مقدمہ ہے جو وصایا، نظام الملک کو کتابی شکل دینے والے شخص کا لکھا ہوا
ہے جس میں کتاب کی تعریف کے علاوہ نظام الملک کی حیات اور کارناموں کا مختصر
مگر جامع تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ نظام الملک کی زبانی ایک چند سطور کا مقدمہ
اور وزارت میں پیش آنے والے مخاطرات پر مشتمل ہے۔ پہلا خطرہ ناانصافی کا ہے۔
اس لیے کہ شب و روز بہت سے مسائل میں فیصلہ دینا پڑتا ہے جس میں باوجود تمام تر
احتیاط کے لغزشوں کے امکانات ہیں۔ اور جس کی سزا مصنف کو بہرحال بھگتنا پڑے گی
دوسرا خطرہ ایک آدمی کی مرضی اور خوشنودی کے لیے ہزاروں کی روزی روٹی چھین لینا ہے
اور تیسرا خطرہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ چوتھا خطرہ امرا، اور دیگر اعیان دولت کا ہے۔
جو کسی نہ کسی سبب مخاصمت کا باعث ہوتے ہیں۔ ہمارا مقالہ انھیں مخاطرات کی روشنی
میں واقعات کو دوسرے تاریخی ماخذوں سے پرکھ کر ان کا مستند یا غیر مستند ہونا دیکھنا
ہے۔ اب تک اس کتاب کی محض خامیوں پر تھوڑا بہت لکھا گیا ہے۔ لیکن ان تاریخی
اغلاط سے انکار محال ہے۔ مثلاً شمس الملک خاقان کو ملک شاہ 466/1073A.D
میں تبریز کے بجائے ترمذ میں شکست دی۔ اسی طرح ملک شاہ کے پوتے کی پیدائش
بھی قرین قیاس نہیں ہے[1] تیسرا حصہ اسباب ترک وزارت یا شرائط ترک وزارت سے

[1] تفصیل کے لیے پروفیسر فیض الحسن فیضی کا مقالہ "A Repaint the (Wasaya and Syasat Nama of Nizam al Mulk
اسلامک کلچر جلد ۲۰، ۱۹۴۴ء

...ہے جس میں اس نے تاریخ نویسی کے علم پر کافی زور دیا ہے اور ساتھ میں یہ بھی سمجھایا
...کہ وزارت کرنے کے کیا ممکنات طریقے ہو سکتے ہیں[۱]
علم تاریخ نویسی کے سبب چند امور اجاگر کرنا انتہائی لازمی ہیں۔ تاکہ پڑھتے
...وقت ان امور کو ذہن نشین رکھا جائے۔
ا۔ یہ محض زبانی نصیحات کا ایک مجموعہ تھیں جو اس نے اپنے بیٹے فخر الملک[۲] کو اپنی عمر
کے آخری دنوں میں کہیں تھیں۔ اور بعد میں کسی نامعلوم شخص نے جو نظام الملک کا رشتہ دار
بھی تھا۔ ان نصیحات کو کتابی شکل دی۔ لہٰذا رشتہ دار ہونے کے سبب نظام الملک
کی زیادتیوں سے چشم پوشی یقینی ہے۔
(ب) ہر چیز کو اس کتاب میں اس انداز سے پیش کیا گیا ہے گویا نظام الملک کے لیے
یہ تمام اقدام اشد ضروری تھے ورنہ ملک شاہ کی سلطنت کا خاتمہ یقینی تھا۔
ملک شاہ کی مطلق العنانیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظام الملک نے
ظاہر کیا ہے کہ ایک فردِ واحد کی رضامندی اور خوشنودی کی خاطر ہزاروں لوگوں کو
پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خواہ ان کا تعلق کسی قبیل سے ہو۔
"چند ہزار کس از صغیر و کبیر و غنی و فقیر و عالی و فاضل ۔ رفیع و غیرہ ذالک در ایں
ممالک و ممالک از خود آزردہ باید داشت کہ بہ امید رضائی خاطر یک کس و مشکلات
لہ ترا طلبات آں کس ہرگز صورت نہ بندد۔"[۳]
حقیقت یہ ہے کہ ملک شاہ نے نظام الملک کو فوج میں غیر مقبول کرنے کے لیے

---

[۱] دیکھیے ضمیمہ نمبر ا
[۲] فخر الملک برکیارق کا وزیر ہوا۔ ویسے نظام الملک کے بیٹوں میں یہ ایک قابل اور ہونہار
لڑکا تھا لیکن وزارت میں زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ [۳] ۵a 8 - F

[illegible] ہزار سپاہیوں اور افسران کو نظام الملک کے مسلسل انکار کے باوجود برطرف کر دیا جو ملک شاہ کے بھائی تکش سے جا ملے اور اس طاقت کے [illegible] تکش نے مسلسل تین مرتبہ بغاوت کی جس میں پہلی بغاوت انتہائی خطرناک تھی اور تکش نے خراسان کے بھی بعض علاقے اپنے قبضے میں کر لیے تھے[1] یہ عمل ملک شاہ اور نظام الملک کے تعلقات کے خرابی کی شناخت ہے۔ جو مختلف اسباب سے پیدا ہوئی تھی اور دونوں کی موت تک درست نہ ہو سکی۔ نظام الملک کی [illegible] سب سے پہلا دھکا اس وقت لگا جب اس کے ایک دوست دار ابن العلن کو سعد الدولہ گوہرین[2] (شحنۂ بغداد) اور نجیب الدولہ خمارتگین الشرابی (خراسان دنارس کا گورنر) نے مل کر قتل کر دیا۔ اور سلطان ملک شاہ نے ان کی جانب سے معذرت کر کے ان کی جان بخشی کروائی[3] لیکن بعد میں نظام الملک نے خمارتگین الشرابی کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی اور ملک شاہ خاموش رہا۔ ابوالمحاسن کو بھی تقریباً اسی قسم کے جرم میں اپنی آنکھوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ ابن بہمن یار نے زہر دینے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ اور اس کو بھی اسی قسم کی سزا دی گئی[4] اسی طرح جعفرک جو ملک شاہ کے دربار

---

[1] ابن الاثیر۔ جلد ۹ صفحہ ۸۰

[2] آل بویہ کے عمید العراق کی جگہ آل سلجوق نے شحنۂ بغداد مقرر کیا فرق صرف لقب کا تھا ساتھ ہی بادشاہ چونکہ اس وقت مضبوط تھا اس لیے اس کے اختیارات شروع میں بظاہر کم تھے لیکن سعید الرؤسا کی اکثر شکایات خلیفہ اور نظام الملک تک پہنچتی رہیں جس سے اس کی کارکردگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

[3] ابن الجوزی۔ المنتظم۔ جلد آٹھ۔ صفحہ ۳۲۳۔

[4] بنداری۔ زبدۃ النصرۃ۔ صفحہ ۶۲-۵۹ اور المنتظم۔ صفحہ ۳۳۰

یہ ایک مسودہ تیار کر اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس لیے کہ اس نے نظام الملک اور اس کی اولاد کے خلاف مزاحیہ کہانی چھپوا کر تقسیم کرادی اس نے یہ سب کچھ تاج الملک یا الغنائم مرزبان کے اشارے پر کیا جو ترکان خاتون کے سبب ملک شاہ سے کافی قریب ہوگیا تھا اور رفتہ رفتہ بذات خود نظام الملک کے خلاف سیاست کا مرکز بن گیا۔ جمال الملک منصور بن نظام الملک (گورنر بلخ) نے جعفرک کی زبان کٹوادی اور وہ اسی حالت میں مرگیا بعد میں جمال الملک منصور کو ابو علی (گورنر خراسان) نے زہر دے کر مار دیا۔ اور ملک شاہ نے نظام الملک سے اظہار افسوس کر دیا لیکن ابو علی کے قتل کا حوالہ اس وقت تک نہیں مل سکا ہے۔

چوتھا خطرہ جو ایک وزیر کو پیش آتا ہے وہ شہزادوں کی شکل میں ہے۔ شہزادوں کے سبب وزیر کے تعلقات بادشاہ سے بھی خراب ہوسکتے ہیں اور ہو جاتے ہیں۔ نظام الملک نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شہزادے بہت جلد بڑے ہو جاتے ہیں اور خود کو امراء اور اعیان دولت بلکہ بعض اوقات بادشاہ کے بعد سمجھنے لگتے ہیں۔ اگر حصول مقصد میں کسی سبب تاخیر ہو تو وہ وزیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور ایسے موقع پر حاسدان بھی موقع سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مزید یہ کہ کسی شہزادے کی بہبودی کے لیے کچھ کہہ دینا خطرے سے خالی نہیں۔ وزیر بادشاہ اور شہزادوں کے درمیان ایک ایسا واسطہ ہے جو بالآخر شہزادوں اور بادشاہ دونوں ہی کا برا بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تمام شہزادگان میں سے کسی کی مخالفت اور کسی کی موافقت کرنا فطرتی بات ہے۔

اس اشارہ کا پس منظر یہ ہے کہ ملک شاہ کے چار بیٹے تھے۔ جو آخر تک زندہ رہے اس سے قبل نظام الملک اور ملک شاہ کے درمیان ترکانیوں کے سبب تخت سلطنت کی جانشینی پر اختلاف رائے پیدا ہوگیا تھا۔ ترکان خاتون کا

ایک لڑکا داؤد ملک شاہ کے بعد جانشینی کے لیے نامزد کر دیا گیا لیکن ۱۰۸۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ چھ سال بعد ترکان خاتون ہی کے ایک اور لڑکے ابو شجاع احمد با القاب ملک الملوک امیر المومنین کو نامزد کیا گیا لیکن ایک سال بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ نظام الملک ان تمام جانشینیوں پر خاموش رہا لیکن ترکان خاتون کے تیسرے بیٹے محمود جو 1081 میں پیدا ہوا تھا کی جانشینی پر نظام الملک نے مخالفت کی۔ اس لیے کہ ملک شاہ کے اور بیٹے عمر میں اس سے بڑے تھے اور آداب حرب وضرب میں بھی اعلیٰ تھے۔ نظام الملک نے برکیارق کی موافقت کی جو سلجوقی شہزادی زبیدہ خاتون کے بطن سے تھا۔ اس کے علاوہ محمد اور سنجر جو ایک کنیز کے بطن سے تھے۔ تخت سلطنت کے لیے محمود سے بہتر اور مستحق قرار دیے جا سکتے تھے۔ لیکن نظام الملک کے نزدیک اور جیوشِ سلطنت میں برکیارق کی حمایت کے امکانات کافی تھے۔ جس کی حقیقت ملک شاہ کے انتقال کے بعد تخت و تاج کے لیے خانہ جنگی (civil war) میں کھلتی ہے۔ جس میں سارے نظامیان برکیارق کی جانب اور سارے ترکانیان محمود کی جانب ہو کر خانہ جنگیوں میں لگ گئے۔

پانچواں خطرہ اعیان دولت سے ہوتا ہے۔ اگر وزیر یا اور کوئی ہستی امراء اور اعیان دولت کے راستے میں حائل محسوس کیے جائیں تو یہ لوگ جان لینے سے بھی گریز نہ کریں گے اور طرح طرح سے وزیر کو ذلیل کرنے کی کوشش کریں گے جیسا کہ محمود غزنوی کے دور میں احمد حسن میمندی (ملقب شمس الکفاۃ) کے ساتھ ہوا۔ اس لیے ان لوگوں سے دوستی رکھنا چاہیے۔ اس خطرہ کے ضمن میں ایک اہم حقیقت

لہ زبیدہ خاتون چغری بیگ یاقوتی بن داؤد کی لڑکی تھی۔

کا اعتراف کیا گیا ہے جو سلطان کے تغیر مزاج کا اصل سبب بنی اور نظام الملک کا کمزوری کے طور پر ترکانیوں نے اکثر اس کا استعمال کیا وہ یہ کہ اس نے سلطنت کو اپنے اعزاء اور فرزندوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ اور دیگر شکایات بھی اس سے متعلق کی جاتی ہیں۔

"ہیچ نمی تواند گرالا کہ خواجہ مملکت را بر فرزندان[۵] خود قسمت نمودہ۔ اگرچہ کس دیگر مطلع نیست ولیکن ہمیں مرا معلوم است کہ این سخن در باطن سلطان تاثیر تمام کردہ و انشاء اللہ محمود العاقبت باشد و بہ خو بگذرد[۶]۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر تمام مورخین متفق الرائے ہیں کہ یہی سبب خصوصاً نظام الملک کے زوال کا موجب تھا۔ اس کا اظہار اس وقت ہو جب شمس الملک بن نظام الملک نے ملک شاہ کے غلام "کودن" کو کسی اختلاف کی بنا پر تقریباً ایک سال تک مقید رکھا۔ اور جس کی کوئی اطلاع ملک شاہ کو نہیں دی گئی۔ رہائی کے بعد اس نے ملک شاہ سے شکایت کی۔ ملک شاہ انتہائی غضب میں ہو گیا اور نظام الملک کو پیغام کہلا بھیجا کہ اثر در سوخ کے اعتبار سے اس نے حدود سے تجاوز کر رکھا ہے اور اس کے اعزا آدمی کو آدمی نہیں سمجھتے۔ اگر تم حکومت میں برابر کے شریک ہو تو انجام سے ڈرو اور اگر محکوم ہو تو آئندہ خیال

---

۵ 16a.

۵ اکثر تواریخ میں نظام الملک کے بارہ بیٹے بتائے جاتے ہیں لیکن زیادہ سے زیادہ چھ لڑکوں کا تذکرہ ملتا ہے یعنی محتر الملک بن نظام الملک، معید الملک بن نظام الملک، فخر الملک بن نظام الملک احمد بن نظام الملک برک یارق کے وزیر ہوئے اور جمال الملک بن نظام الملک کا ملک شاہ کے زمانہ میں قتل ہوا، شمس الملک بن نظام الملک کا ملک شاہ کے بعد تذکرہ نہیں ملتا۔